© rasailojaraid.com

ایک عہد آفریں شخصیت ـــ مولانا سید جعفر علی بستوی

مولانا عتیق احمد بستوی استاد مدرسہ امدادیہ مراد آباد

مولانا ابو الحسن علی ندوی سید احمد شہید رح اور ان کی تربیت یافتہ جماعت کے بارے میں لکھتے ہیں "سید احمد صاحب کا سب سے بڑا تجدیدی کارنامہ آپ کی سب سے بڑی کرامت اور آپ کی زندہ یادگار آپ کی پیدا اور تربیت کی ہوئی وہ بے نظیر جماعت ہے جس کی مثال اتنی بڑی تعداد میں اور اس جامعیت اور کاملیت کے ساتھ خیر القرون کے بعد بہت کم ملتی ہے۔ ان کی صحیح اور محتاط تعریف یہ ہے کہ وہ تیرھویں صدی میں صحابہ کرام کے نمونہ تھے اور یہ کسی مسلمان فرد یا جماعت کے لئے آخری تعریف ہے۔ یہ لوگ بلا مبالغہ عقائد، اعمال و اخلاق، توحید، اتباعِ سنت، شریعت کی پابندی، عبادت و تقویٰ، سادگی و تواضع، ایثار و خدمتِ خلق، غیرتِ دین، جوشِ جہاد و شہادت، صبر و استقامت میں مہاجرین کے نمونہ تھے[1]

سید صاحب مرحوم کی جماعتِ مجاہدین میں سینکڑوں ایسے علماء و مشائخ تھے، جو اپنی اپنی جگہ پر آسمانِ رشد و ہدایت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ ان میں سے ہر ایک میں علم و عمل، اخلاص و للہیت کی وہ بے پناہ قوت تھی جس کے ذریعہ وہ لوگ اپنے اپنے معاشرہ میں صالح انقلاب برپا کر دیتے تھے۔ لیکن سورج کے سامنے جس طرح چاند اور ستاروں کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے اسی طرح سید صاحبؒ کے حلقے میں شریک ہو کر یہ جبالِ علم و عمل ادنیٰ غلام اور مرید معلوم ہوتے تھے۔ ان پاک طینت مخلص مریدوں اور مستفیدوں نے اپنے پیر کے حلقے میں شریک ہونے

---

[1] سیرت سید احمد شہید جلد دوم ص۴۳۷ طبع چہارم پاکستان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بعد اپنے کو اس طرح مٹادیا کہ تاریخ میں ان کا مستقل کوئی وجود نہیں رہا۔ سید احمدؒ کے ادنیٰ نیازمند کی حیثیت سے تاریخ کے صفحات میں ان کا ذکر آتا ہے۔ خود ان کی علمی دینی کیا حیثیت تھی؟ سید صاحب کے حلقہ میں شریک ہونے سے پہلے اور سید صاحبؒ سے جدا ہونے کے بعد انھوں نے کیا کارنامے انجام دیئے؟ ان سوالات کے جوابات تاریخ کے صفحات میں نہ ہونے کے برابر ہیں

سید احمد شہیدؒ کی عہد آفریں قد آور شخصیت، مذہبی علمی کارناموں، مجاہدانہ سرگرمیوں کے بارے میں جتنا لکھا جائے کم ہے لیکن اس کے ساتھ سید صاحب کے خلفاء مریدین، رفقاء کے حالات اور کارناموں کی ترتیب وتدوین پر بھی بھرپور توجہ دینی چاہیئے کیونکہ اس سے سید احمد شہیدؒ کی تحریک کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی پڑے گی۔ اور موصوف کی عظمت اور رفعت کا اندازہ ہوگا

مولانا غلام رسول مہر مرحوم نے اس موضوع پر کام کیا ہے۔ "جماعت مجاہدین" اور "سرگذشتِ مجاہدین" میں بہت سے حضرات کے تھوڑے بہت حالات جمع کر دیئے ہیں لیکن یہ کام ابھی بہت تشنہ ہے۔ مورخین ومحققین کو اس طرف توجہ دینی چاہیئے۔

اس مختصر مضمون میں سید احمد شہید کی جماعت مجاہدین کے ایک سرگرم رکن مولانا سید جعفر علی صاحب کا ذکر کیا جارہا ہے۔ اگرچہ اس سلسلے میں خاطر خواہ مواد دستیاب نہیں ہو سکا، اور تدریسی مصروفیات کی وجہ سے زیادہ تلاش وجستجو کا موقع بھی نہیں ملا لیکن جو کچھ معلومات فراہم ہو سکیں قارئین برھان کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ شاید کوئی مورخ ومحقق ہمت کر کے موصوف کی جامع سوانح مرتب کرنے پر کمربستہ ہو جائے اور یہ اہم کام کر گذرے۔

"سید احمد شہید" اور "سیرت سید احمد شہید" میں مولانا جعفر علی بستوی کا جستہ جستہ ذکر موجود ہے مولانا غلام رسول مہر نے "جماعت مجاہدین" میں موصوف کا ایک باب

© rasailojaraid.com

میں مقدرے تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ صاحب نزہتہ الخواطر نے بھی ان کا اجمالی تذکرہ کیا ہے مولوی عبدالکریم اودھی مرحوم نے اپنی کتاب "گم گشتہ حالاتِ اجودھیا" میں مولانا جعفر علیؒ اور ان کے خاندان کا تذکرہ کیا ہے "منظورۃ السعداء" کا جستہ جستہ مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا اس سے بعض باتیں اخذ کی گئیں۔ انھیں متفرق معلومات کو مرتب کر کے یہ مقالہ تیار کیا گیا ہے۔ آخر میں مولانا موصوف کا ایک طویل مکتوبِ گرامی نقل کیا گیا ہے جس سے ان کی علمی بصیرت اور فقہی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے'

سید جعفر علی کا خاندان مولانا غلام رسول مہر مولانا سید جعفر علی نقوی کے خاندان کے ایک فرد سید عبدالسلام۔ محلہ بشیر گنج کان پور) کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

"۱۔ آٹھویں صدی ہجری میں اس خاندان کا پہلا فرد جس کا نام سید جلال الدین تھا۔ ہندوستان آیا اور اس کے افراد اجودھیا کے محلہ سید واڑہ میں مقیم رہے (تاریخ اجودھیا میں اس خاندان کا ذکر ملتا ہے۔

۲۔ غالباً گیارھویں صدی ہجری میں اس کی ایک شاخ مجھوا میں مقیم ہوئی جو پہلے گورکھپور میں شامل تھا آج کل بستی میں ہے"[1]

مولوی عبدالکریم اودھی مرحوم مولف "گم گشتہ حالات اجودھیا" اس خاندان کے بارے میں لکھتے ہیں "اس مسجد کے جنوب میں بہت سی قبریں املی کے درخت کے نیچے ہیں منجملہ اس کے ایک پختہ احاطہ میں میر فتح علی صاحب کی قبرگاہ ہے جو دلیغ کلاں کے نام سے مشہور تھے۔ میر حیدر علی کے فرزندوں میں میر فتح علی صاحب و میر دوست علی صاحب تھے۔ میر صاحب موصوف کی اولاد نہایت ذی علم اور لئیق تھی علاوہ اس کے میر فتح علی کی اولاد سے میر غضنفر علی صاحب تھے۔ میر محمد علی صاحب و میر جدرگ علی صاحب بھی نہایت عالم و فاضل تھے۔ اکثر قصائد ان صاحبوں کے مشہور ہیں۔ میر دوست علی صاحب کی اولاد سے احمد علی صاحب و میر قطب علی صاحب تھے۔ قطعہ تاریخ میر حیدر علی صاحب ۔۔

---

[1] جماعت مجاہدین صفحہ ۳۱۰

© rasailojaraid.com

چہ خوش بود سید عالی تبار - چو نام علی حید رنامدار
چہ تاد و ہفت سال عمر گذشت - بعصمت بماند ہجرت رفت
۱۳۴۴ھ

تھوڑے عرصے سے اس خاندان کی اولاد بوجہ زمینداری کے موضع میرپور مجھوا پرگنہ و ضلع بستی میں آباد ہو گئی ہے مولوی جعفر علی صاحب مرحوم کے فرزند اور میر فتح علی صاحب کے نواسے اور میر دولت علی صاحب کے پوتے تھے - مولوی جعفر علی صاحب حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے خلیفہ تھے - اور ان کے اور مولانا اسمٰعیل صاحب کے سفر میں ہمرکاب اور منشی قافلہ تھے - نثر کی تحریر میں مہارت اور دستگاہ اچھی رکھتے تھے - [1]

مولانا سید جعفر علی صاحب مرحوم سادات کے ایک ممتاز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے ان کا خاندان ابتداء ہی سے علم و عمل، تقویٰ و طہارت میں ممتاز حیثیت کا مالک تھا - ان کے والد بزرگوار میر قطب علی صاحب اپنے دور کے جید عالم اور صاحب نسبت بزرگ تھے چنانچہ شیخ محمد اسحاق گورکھپوری (جو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے معتقد تھے اور انھیں کے فرمانے پر سید احمد شہید سے بیعت ہوئے تھے) کو جب سید احمد شہید نے خلافت دینی چاہی تو انھوں نے عرض کیا "میں قرآن مجید اور چند ضروری مسائل دین کے سوا کچھ نہیں جانتا منصب خلافت اسے ملنا چاہیئے جسے دین کا وسیع علم حاصل ہو - سید صاحب نے بے تکلف فرمایا کہ میرا علم بھی اسی قدر ہے - شیخ اسحاق نے عرض کیا کہ ہمارے وطن میں ایک بزرگ عالم دین ہیں جو ہر وقت یاد خدا میں مصروف رہتے ہیں - انھیں خلافت عطا فرمانا مناسب ہو گا - سید صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کو بھی خلیفہ بناتا ہوں اور اس بزرگ کو ساتھ لائیں گے تو انھیں بھی خلافت دے دوں گا - شیخ کا اشارہ قطب علی کی طرف تھا [2]

" قطب علی ستر آدمیوں کو لے کر سید صاحب کے پاس اس زمانہ میں تکیہ شریف پہونچے جب آپ حج سے واپس آئے تھے - اس قافلہ میں ان کے چھوٹے بیٹے سید حسن علی بھی شامل تھے - بڑے بیٹے سید جعفر علی صاحب منظورۃ السعداء" اس وقت لکھنؤ میں تعلیم

[1] گمگشتہ حالات اجودھیا صفحہ ۵۳-۵۴ [illegible]

© rasailojaraid.com

پا رہے تھے۔ معاملات کے باعث ساتھ نہ جا سکے۔

سید قطب علی بنت کبیر الحسن تھے۔ راستے میں ایک کوس کے فاصلہ پر زحمت سفر کے باعث بیمار پڑ گئے۔ تکیہ شریف پہونچے تو ان کی تیمارداری سید صاحب کے بھتیجے سید محمد یعقوب کے سپرد ہوئی۔ ایک مہینہ ٹھہرے۔ سید صاحب نے مولانا عبدالحی صاحب سے خلافت کی سند لکھوا دی۔

سید صاحب کے قصد ہجرت کی شہرت ہوئی تو سید قطب علی بھی معیت کے لئے تیار ہو گئے۔ سید صاحب نے ضعیفی کے پیش نظر انھیں روک دیا اور فرمایا کہ دعا کرتے رہئیے۔ اور ہمارے بلاوے کا انتظار کیجئے۔ امتثال امر میں رک گئے۔ سید صاحب کی شہادت کی خبر سن کر بہت روئے۔ مولوی سید جعفر علی نقوی کا بیان ہے کہ بار بار فرماتے تھے کاش میرا بیٹا (سید جعفر علی) مر جاتا اور سید صاحب زندہ رہتے۔ نیز فرماتے تھے کہ سید صاحب کے ہاتھوں غلبۂ اسلام دیکھنے کی آرزو تھی۔ اب میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ غالباً ۱۲۴۷ھ (۱۸۳۲ء) میں وفات پائی۔[1]

ان کی والدہ محترمہ ایک دین دار اور پارسا خاتون تھیں۔ ان کی دینداری کا اندازہ لگانے کے لئے صرف یہ واقعہ نقل کرنا کافی ہے کہ جب سید صاحب کے جہاد میں شریک ہونے کے بارے میں دونوں بھائیوں (سید حسین علی، سید جعفر علی) میں اختلاف ہوا تو آخر کار معاملہ والدہ کے پاس لے گئے تاکہ وہ فیصلہ کر دیں۔ اس خدا دوست خاتون نے کہا کہ جو جانا چاہے اسے روکا نہیں جا سکتا جو نہ جائے وہ گنہگار ہوگا۔ تم دونوں بھائی آپس میں فیصلہ کر لو ہم اپنی عاقبت کیوں خراب کریں۔[2]

ولادت اور تعلیم و تربیت

محمود پور (ضلع بستی) میں ۲۶ رمضان ۱۲۲۰ھ کو آپ کی ولادت ہوئی۔[3]

[1] جماعت مجاہدین ص ۱۹۳۔ [2] ایضاً ص ۱۹۴ [illegible]

جماعت مجاہدین - میں ایک جگہ [1] ان کا سن ولادت ۱۲۲۰ھ لکھا گیا ہے غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے کیونکہ پھر اسی کتاب میں دوسری جگہ تحریر ہے "سید جعفر علی نے رمضان المبارک ۱۲۸۵ھ (نومبر ۱۸۶۸ء) میں وفات پائی - تاریخ پیدائش ۱۲۱۵ھ تھی اس لئے ستر برس کی عمر ہوئی - مولانا نے وفات سے چند روز پہلے جو وصایا تحریر کیے تھے اس میں ہے "عمر تقریباً ستر کو پہونچی، موت یقینی چیز ہے - اسی کا انتظار ہے جو دن پاتا ہوں غنیمت ہے [2] - اس عبارت سے بھی ۱۲۱۵ھ کے سن ولادت ہونے کی تائید ہوتی ہے -

مولانا کی تعلیم و تربیت کے تفصیلی حالات دستیاب نہیں ہوئے - مولانا غلام رسول مہر نے صرف اتنا لکھا ہے کہ "ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں پائی پھر لکھنؤ جا کر علوم کی تکمیل کی [3]" قرین قیاس یہی ہے کہ مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی ہوگی خود مولانا کے والد ماجد میر قطب علی مرحوم اس دور کے جید عالم اور صاحب نسبت بزرگ تھے - علم فضل میں پشت ہا پشت سے آپ کا خانوادہ ممتاز مقام کا مالک تھا ہاں تکمیل علوم آپ نے کہاں کس سے کی! اس بارے میں مختلف روایتیں معلوم ہوئی ہیں -

مولانا محمد مرتضیٰ صاحب نقوی نے (جو مولانا جعفر علی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں) وصایا کے شروع میں خاندانی روایات کی روشنی میں مولانا جعفر علی مرحوم کا جو تذکرہ کیا ہے اس میں لکھتے ہیں "آپ بغرض حصول علوم مکان سے چل نکلے - اور براہ راست دہلی پہونچے اور زیر نگرانی حضرت مولانا الشاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی حضرت مولانا الشاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہید رح کے حلقہ درس میں شامل ہوگئے، چند سال رہ کر درسیات سے فراغت حاصل کی اور حضرت مولانا سید احمد بریلوی سے بیعت ہو کر خلافت سے سرفراز ہوئے [4]"

---

[1] جماعت مجاہدین صفحہ ۱۹۴ - سید احمد شہید جلد اول صفحہ ۳۱ [2] وصایا صفحہ ۳
[3] جماعت مجاہدین صفحہ ۱۹۴ [4] وصایا صفحہ ۲

جماعت مجاہدین کے ضمیمہ ۳ میں مولانا جعفر علی صاحب کے متعلق ان کے خاندان کے
ایک فرد سید عبدالسلام (امام الشیر گنج کانپور) کے حوالہ سے مولانا غلام رسول مہر نے جو چند باتیں
درج کی ہیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے: شیخ عبدالسلام فرماتے ہیں کہ خاندانی روایتوں
میں شاہ عبدالعزیزؒ سے تعلیم پانے کا بھی ذکر ہے، بتایا جاتا ہے کہ اجازت لیے بغیر چپ چاپ گھر سے
نکل کر دہلی پہنچ گئے تھے۔ گھر سے جتنے خط ان کے پاس گئے وہ سب بند کے بند پڑے رہے
تعلیم مکمل کر چکنے کے بعد انھیں کھول کر پڑھا۔ ۱؎

مولانا عبدالحی الحسنیؒ نے نزہتہ الخواطر میں لکھا ہے

اخذ عن الشیخ اسماعیل بن عبدالغنی ۲؎ (شاہ اسماعیلؒ سے علم حاصل کیا)

مہر صاحب ان روایتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میری معلومات کے مطابق یہ روایت
صحیح نہیں ہے سید جعفر علی نے تعلیم کی تکمیل لکھنؤ میں کی وہ بہ سلسلہ جہاد اسعب؟ پہونچے
ار رمضان ۱۲۴۵ھ) تو پہلی مرتبہ سید صاحب کو دیکھا۔ البتہ ان کے والد سید قطب علی اور بھائی
سید حسن علی تکیہ پہونچ کر سید صاحب سے بیعت کر چکے تھے ۳؎

(منظورۃ السعداء) کا مطالعہ کرنے سے مہر صاحب کی رائے کی تائید ہوتی ہے
مولانا شہیدؒ سے ملاقات کی جو کیفیت خود مولانا جعفر علی نے "منظورہ" میں تحریر کی ہے اس
سے یہی بات مترشح ہوتی ہے کہ مولانا جعفر علی صاحب غائبانہ مولانا اسماعیل صاحب
شہید سے اچھی طرح واقف تھے اور ان کی زیارت و ملاقات کے لئے بیچین تھے۔ غرضیکہ مولانا
جعفر علی صاحب نے باضابطہ تعلیم کی تکمیل لکھنؤ میں کی۔ ہاں سرحد پہنچنے کے بعد شاہ اسماعیل
شہیدؒ سے استفادہ اور ان کی شاگردی کا موقعہ ملا۔ شاہ صاحب کی مولانا جعفر علی پر خاص
توجہ تھی انشاء اللہ اپنے موقعہ پر اس کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔

آپ کے اساتذہ لکھنؤ میں: آپ نے جن اساتذہ سے علوم کی تکمیل کی ان میں سے صرف ایک

۱؎ جماعت مجاہدین صفحہ ۲۱۲ ۲؎ نزہتہ الخواطر ج۷ ص۱۰۹ ۳؎ جماعت مجاہدین صفحہ ۲۱۱

© rasailojaraid.com

کا نام ہم کو ملتا ہے وہ ہیں مولانا حیدر علی۔ لیکن یہ مولانا حیدر علی کون سے ہیں؟ اس کے بارے میں کوئی قطعی بات کہنا دشوار ہے۔ البتہ ہم مولانا حیدر علی استاذ مولانا جعفر علی کے بارے میں متفرق معلومات پیش کرتے ہیں، پھر ان کو متعین کرنے کی کوشش کریں گے۔

(۱) مولانا حیدر علی استاذ مولانا جعفر علی لکھنؤ میں کافی عرصہ قیام پذیر رہے۔ کیوں کہ مولانا جعفر علی جب جہاد سے واپسی میں لکھنؤ تشریف لائے، اس وقت بھی مولانا حیدر علی لکھنؤ میں مقیم تھے "لکھنؤ میں سید جعفر علی نقوی اپنے استاذ مولوی حیدر علی سے بھی ملے وہ رسالدار فقیر محمد خاں کی سرکار میں ملازم تھے۔ سید صاحب کو یاد کر کے بہت روئے۔ سید جعفر علی لکھتے ہیں کہ انھیں نے شہادت کی تفصیلات مجھ سے سن کر رسالدار کو سنائیں۔[۱]

(۲) مولانا جعفر علی کے استاذ مولانا حیدر علی کو ردِّ روافض کے موضوع سے خاص شغف تھا۔ "اسی اثناء میں سید جعفر علی کو ایک مقدمے کے سلسلے میں گورکھپور جانا پڑا۔ وہاں سے لوٹے تو ان کے استاذ مولوی حیدر علی کا خط آیا پڑا تھا کہ فقیر محمد خاں رسالدار کو ردِّ روافض میں بعض رسائل وکتب کی تصحیح کے لئے ایک آدمی کی ضرورت ہے۔ یہ خدمت قبول کرلو۔ لیکن سید جعفر علی سید صاحب کی خدمت میں پہنچنے کا عزم صمیم کر چکے تھے اس لئے مولوی حیدر علی کو معذرت لکھ بھیجی۔[۲]

چند واقعات کے سنین درج کیے جاتے ہیں تاکہ مولانا حیدر علی کی تعیین میں آسانی ہو۔

(۱) سید احمد شہیدؒ کی سفرِ حج سے واپسی ———— سنہ ۱۲۳۹ھ

(۲) رائے بریلی میں قیام ———— سنہ ۱۲۳۹ھ

(۳) جہاد کے لئے روانگی ———— سنہ ۱۲۴۱ھ

(۴) مولانا جعفر علی کی جہاد سے واپسی ———— سنہ ۱۲۴۶ھ

تیرھویں صدی ہجری میں حیدر علی نام کے چند علماء کا سراغ لگتا ہے۔

---

[۱] سید احمد شہید حصہ ۲ ص۲۵۲ [۲] جماعت مجاہدین ص۱۹۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حیدر بن مبین لکھنوی۔ موصوف لکھنؤ کے باشندے تھے۔ [illegible] میں ان کا انتقال ہوا۔ ابتداءً لکھنؤ میں قیام تھا۔ نواب سعادت علی خاں ان کو وظیفہ دیا کرتے تھے۔ نواب صاحب کی وفات کے بعد بعض دوسرے امراء ان کی طرف متوجہ ہوئے، انھیں ہدایا پیش کرتے رہے۔ لیکن حضیر سے مذہب کے بارے میں ان کا مناقشہ ہوگیا اور حضیر ان کے درپے آزار ہوگیا۔ آخر کار انھوں نے سنہ ۱۲۴۰ھ میں لکھنؤ چھوڑ دیا۔ کچھ دنوں بعد حیدرآباد میں ان کی طلبیاں ہوئی۔ اور وہیں سنہ ۱۲۵۶ھ میں وفات پائی سلہ

یہ مولانا حیدر علی سید جعفر علی کے استاذ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ سید جعفر علی جب جہاد سے سنہ ۱۲۴۶ھ سنہ ۱۲۴۷ھ میں لکھنؤ واپس ہوئے ہیں اس وقت بھی ان کے استاذ لکھنؤ میں موجود تھے، جب کہ مولانا حیدر علی بن مبین الکھنوی سنہ ۱۲۴۰ھ میں لکھنؤ ترک کر چکے تھے

(۲) مولانا حیدر علی کاکوروی۔ پیدائش سنہ ۱۲۰۵ھ۔ وفات سنہ ۱۲۸۰ھ۔ یہ کاکوری کے باشندہ تھے، وہیں تعلیم حاصل کی اور اپنے خاندان کی مسندِ خلافت پر فائز ہوئے سلہ ان کا لکھنؤ میں طویل قیام اور سلسلۂ تعلیم و تعلم ثابت نہیں، اس لیے یہ بھی مولانا سید جعفر علی کے استاذ نہیں ہو سکتے۔

(۳) مولانا حیدر علی سندیلوی — مشہور منطقی مصنف حمد اللہ سندیلوی کے صاحبزادے تھے۔ زیادہ تر سندیلہ میں ان کی نشوونما ہوئی، قصبہ سندیلہ میں سنہ ۱۲۲۵ھ میں ان کا سلہ انتقال ہوا۔ مولانا جعفر علی صاحب کی پیدائش سنہ ۱۲۱۳ھ کی ہے۔ گویا ان کی وفات کے وقت مولانا جعفر علی کی عمر صرف سات سال کی تھی لہذا شاگرد ہونے کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔

(۴) مولانا حیدر علی رامپوری ثم ٹونکی — آپ کی پیدائش دہلی میں ہوئی۔ بچپن میں

سلہ نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۱۰۲۔ سلہ نزہۃ الخواطر ص ۱۵۲
سلہ نزہۃ الخواطر [illegible] ۱۰۳۔ تذکرہ علماء ہند ص ۱۵۳، ۱۹۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رامپور چلے گئے اور ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ اس کے بعد لکھنؤ جا کر کچھ عرصہ ملا مبین کی شاگردی اختیار کی، پھر دہلی گئے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین رحمہم اللہ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ ان کا قیام رامپور، کلکتہ اور ٹونک میں رہا۔ لکھنؤ میں قیام کا ذکر نہیں ملتا۔ ستر سال کی عمر پا کر ۱۲۷۳ھ میں ٹونک کے اندر آپ کا انتقال ہوا[1] سید احمد شہید سے گہرا تعلق تھا۔ سید صاحب کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان کے نام سید صاحب کے بہت سے مکاتیب ہیں۔ یہ بھی مولانا جعفر علی کے استاذ نہیں معلوم ہوتے، کیونکہ تاریخوں میں ان کا لکھنؤ میں تدریس کے لئے قیام مذکور نہیں ہے۔

(۵) مولانا حیدر علی فیض آبادی — آپ کی ولادت اور نشو و نما فیض آباد میں ہوئی فیض آباد کے شیعہ علماء مرزا فتح علی، سید نجف علی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد دہلی کا سفر کیا اور شیخ رشید الدین، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالعزیز وغیرہ سے استفادہ کیا۔ ان اکابر علماء کے پاس رہ کر بہت سے علوم و فنون میں مہارت پیدا کی۔ پھر لکھنؤ تشریف لائے اور عرصہ دراز تک وہاں قیام کیا۔ مناظرہ و کلام میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ ۱۲۹۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی[2]۔ سن ولادت معلوم نہ ہو سکا۔ ہاں "تذکرہ علمائے ہند" میں درج ہے کہ "ان کی عمر پچھتر سال سے زیادہ ہوئی" اگر ان کی عمر ۷۵ سال تسلیم کی جائے تو سن ولادت ۱۲۲۴ھ ہوگا۔ مصنف "تذکرہ علمائے ہند" نے یہ عمر محض اپنے اندازے سے لکھی ہے۔ اس لئے انھوں نے عمر کی پوری تعیین نہیں کی — لیکن صاحب تذکرہ علماء ہند کا یہ اندازہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ اتنی بات یقینی ہے کہ مولانا حیدر علی فیض آبادی نے شاہ رفیع الدین صاحب سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ان کے درس میں باقاعدہ شریک ہوئے[3]۔ اور شاہ رفیع الدین کا ۱۲۳۳ھ میں انتقال ہوا[4]۔ اب اگر مولانا حیدر علی فیض آبادی کی عمر ۷۵ سال

[1] نزہتہ الخواطر صفحہ ۱۰۳-۱۰۴۔ تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۱۴۴-۱۴۵۔ [2] نزہتہ الخواطر صفحہ ۱۳۵ ج ۷۔ تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۱۴۵ [3] نزہتہ الخواطر صفحہ ۱۳۵ ج ۷ تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۱۵۵ [4] نزہتہ الخواطر صفحہ ۱۸۶ ج ۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مان کر سن ولادت سنہ ۱۲۲۵ھ کو مانا جائے یا بہت سے بہت اسی سال عمر مان کر سن ولادت سنہ ۱۲۱۹ھ کو تسلیم کیا جائے تو اس سے یہ بات لازم آئیگی کہ شاہ رفیع الدین کے انتقال کے وقت ان کی عمر ۹ یا ۱۰ سال تھی۔ اور ۹ یا ۱۰ سال عمر ہونے سے پہلے ہی انھوں نے فیض آباد سے دہلی آکر ان حضرات علماء سے استفادہ کیا اور ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے حالانکہ یہ بات کسی طرح عقل میں آنے والی نہیں۔ مولوی رحمان علی کی بات تسلیم کرنے کی صورت میں مولانا حیدر علی فیض آبادی کو سید جعفر علی کا استاذ ماننا غلط ہوگا۔ کیونکہ سید احمد شہید کی سفر حج سے واپسی کے بعد سید قطب علی (سید جعفر علی کے والد) غالباً سنہ ۱۲۳۸ھ یا سنہ ۱۲۴۰ھ میں رائے بریلی گئے تھے، اس وقت مولانا جعفر علی لکھنؤ میں زیر تعلیم تھے۔ سنہ ۱۲۲۴ھ کو سن ولادت ماننے کی صورت میں سنہ ۱۲۳۹ھ میں مولانا حیدر علی کی عمر صرف ۱۵ پندرہ سال ہوگی۔ اور پندرہ سال کی عمر میں مسند درس پر متمکن ہونا قرین قیاس نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ مولوی رحمان علی مرحوم سے مولانا حیدر علی فیض آبادی کی عمر کا اندازہ لگانے میں غلطی ہوئی ہمارے خیال میں مولانا حیدر علی فیض آبادی کو طویل عمر ملی۔ انھوں نے لگ بھگ ۹۰ سال عمر پائی۔

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی مولانا حیدر علی مولانا سید جعفر علی کے استاذ ہونگے۔ کیونکہ لکھنؤ میں ان کا طویل عرصہ قیام رہا۔ اور کلام و مناظرہ سے ان کو خاص شغف تھا۔ چنانچہ انھوں نے رد شیعہ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں جو چھپ چکی ہیں۔

(باقی)

گزارش :- خط و کتابت کرتے وقت اور منی آرڈر روانہ کرتے وقت کوپن پر مکمل پتہ اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیے۔

© rasailojaraid.com